لہ دعوۃ الحق

قرآن و سنت کی تعلیمات کا علمبردار

فون نمبر دارالعلوم ۔ ۴ | فون نمبر رہائش ۲۰

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد : ۷ | شعبان ۔ ۱۳۹۱ھ
شمارہ : ۱ | اکتوبر ۔ ۱۹۷۱ء

مدیر ——— سمیع الحق

اس شمارے میں

نقش آغاز (تجدید جاہلیت یا جشن شہنشاہیت)	سمیع الحق ۔	۲
شریعت اسلامیہ کا مغربی علوم سے موازنہ	شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ ۔	۱۳
حدیث اور علوم حدیث	مولانا لطافت الرحمن سواتی ۔	۱۹
نظریہ پاکستان، نصاب تعلیم اور ہم	نور محمد صاحب ۔ بی ایس سی ۔ پشاور	۲۹
غزنی ؒ کے دیس میں	سمیع الحق	۳۳
ابن جریر اور تاریخ ابن جریر	جناب مصنطر عباسی ایم اے ۔	۳۶
الامام المجدد السرہندی ؒ	مولانا غلام نبی فاروقی ۔	۴۳
مولانا گنگوہی کے علوم و معارف	بروایۃ مولانا تھانوی ؒ / مرتب محمد اقبال قریشی ۔	۴۵
حضرت شاہ فضل علی قریشی	محمد معظم فہیم عثمانی ۔ ایم اے ۔	۴۹
افکار و تاثرات	قارئین ۔	۵۵
تبصرہ کتب	جناب اختر راہی ۔ ایم اے ۔	۵۸

ناشر : سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ | طابع : منظور عام پریس پشاور
مقام اشاعت : دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ۔ | پرنٹر : محمد شریف

مغربی اور مشرقی پاکستان سے سالانہ ۸/ روپے | فی پرچہ ۷۵ پیسے | غیر ممالک بحری ڈاک ایک پونڈ، ہوائی ڈاک ۲ پونڈ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

حیاتِ مستعار کا ایک اور ورق الٹ گیا۔ اور الحمدللہ کہ الحق نے اپنی زندگی کی ساتویں منزل میں قدم رکھا۔ الحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تبدأ و تتم الصالحات۔ انسان غلطیوں کا پتلا ہے۔ معلوم نہیں کہاں کہاں ٹھوکر لگی مگر جذبہ اور نیت ہر حال میں کلمۂ حق اور اظہارِ حق رہا۔ علیمٌ بذات الصدور سے التجا ہے کہ لغزشوں سے درگذر فرما کر اس حقیر سی سعی کو سعیٔ مشکور بنا دے اور توفیق دے کہ اگلا ہر قدم جادۂ حق پر گامزن رہے۔ اور الحق کا نیا سال اس کے لکھنے اور پڑھنے والوں کی زندگی میں خوشگوار اضافوں کا باعث ہو۔ ربنا آتنا من لدنک رحمۃً وھیئ لنا من امرنا رشدا۔

قابلِ احترام عظیم دوست اور ہمسایہ مملکت ایران کی تحریک پر نہ صرف ایران و پاکستان بلکہ دیگر ممالک میں بھی ایران کی اڑھائی ہزار سالہ شہنشاہیت کا جشن منایا جا رہا ہے۔ تقریبات کا ایک طویل سلسلہ ہمارے ہاں بھی شروع ہے۔ پورا پریس خاص ایڈیشن اور مضامین نکال رہا ہے سرکاری سطح پر دفاتر میں تعطیل کی گئی ہے۔ اور رنگا رنگ پروگراموں سے اس جشن کی رنگینیوں میں اضافہ کیا جا رہا ہے۔

ایران ہمارا امن پسند پڑوسی اور ہمدرد ساتھی ہے۔ شاہِ ایران بالقابہ ہمارے مخلص اور غیور حلیف ہیں۔ پھر اسلام کے اٹوٹ بندھنوں نے ہم سب کو جسدِ واحد بنا دیا ہے۔ ایک کی خوشی سب کی شادمانی اور ایک کا غم سب کی بے چینی ہے۔ اس لئے بجا طور پر ہم شہنشاہ ایران اور ایرانی عوام کی مسرتوں میں شریک ہیں۔ ہم خلوص و وفا کا بدلہ خلوص سے دینا جانتے ہیں۔ اور انشاءاللہ ایرانی قوم ہر نازک مرحلہ پر ہمیں احسان شناس اور وفاشعار قوم پائے گی۔ پس بلاشبہ ہم اپنے دل کی گہرائیوں میں شاہِ ایران اور ایران کے معزز خاندان بلکہ "اسلامی ایران" کے تمام بہادر اور محبِ ملت و وطن سپوتوں کیلئے جذباتِ تحسین موجزن پاتے ہیں۔

پس امید ہے کہ وفاکیشی کے اس واضح اعتراف کے بعد اسلامی تقاضوں اور جذبۂ ایمانی

سے مجبور ہو کر اس ڈھائی ہزار سالہ جشن پر ایک خاص زاویہ سے کچھ عرض کرنے کی جسارت کو کسی برے جذبہ پر محمول نہیں کیا جائے گا۔ مقصد نصح و خیر خواہی ہے۔ اپنے وطنِ عزیز کیلئے گرامی قدر ہمسایہ ایران کیلئے اور پورے عالمِ اسلام کے لئے اس لئے ان گذارشات کو جذبۂ خلوص اور احساس مسئولیتِ خداوندی ہی پر محمول کیا جائے گا۔

دنیا کی تمام جاہلیتوں سے بیزار ہونے والے محمد عربی علیہ السلام کے نام لیوا اگر بلا لحاظ اختلافات مسلک اگر غور کریں گے تو غیر شعوری طور پر اس اجتماعی جرم عظیم کی شدت اور گہرائی پر محو حیرت ہو کر اشک ندامت بہائے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ جو بے خبری میں اس جشن کی شکل میں سرزد ہو چکا ہے۔ اگر خدا نے چاہا اور یہ اشکہائے ندامت اس کی تلافی بن سکے تو اس خامہ فرسائی کا مقصد پورا ہو جائے گا۔

بظاہر معاملہ کسی ایک خاندان کے جشن کا ہے مگر یہ ہے تاریخ اسلام کی بھیانک ترین لغزش اور جاہلیت اولیٰ کی اتنی زبردست تحسین جس کی نظیر پوری تاریخ میں ملنی مشکل ہے ـــــ مسئلے کا ایک رخ تو یہ ہے کہ کیا اسلام نے شہنشاہیت کی حوصلہ افزائی کی ہے؟ اور کیا ملوکیت کی کوئی بھی شکل حضورؐ کے پیش کردہ نظامِ سیاست و مملکت سے جوڑ کھا سکتی ہے؟ دوسرا گوشہ یہ ہے کہ کیا اسلام نے کسی شخصیت، خاندان، کسی طبقہ یا کسی عہد یا تاریخ کے کسی خاص دور کا مروج طریقوں سے جشن منانے کی اجازت دی ہے یا نہیں؟ اور کیا اسلام کا عمومی مزاج شہنشاہیت کی اس انداز میں روادار ہے؟ سلطانیٔ جمہور اور مساوات کے غلغلوں میں مسلمانوں کا ایسے نمونوں پر قائم رہنا غیروں پر کیسے اثرات چھوڑ سکتا ہے؟ کتاب و سنت کی روشنی میں ان سب باتوں پر گفتگو کی گنجائش ہے مگر بات صرف اتنی نہیں اور نہ ہمارا روئے سخن ان چیزوں کی طرف ہے؟ ذرا غور کیجئے یہ جشن اگر صرف سیادت مآب رضا شاہ پہلوی یا ان کے قریبی بزرگوں کا منایا جاتا یا اس سے بھی ایک قدم بڑھ کر اس کا دائرہ صرف سرزمین فارس میں آفتابِ اسلام کی ضیا پاشی کے آغاز تک وسیع ہوتا تو مشکل سہی لیکن گنجائش شاید اس جشن کی نکل آتی اور اس حد تک ہم بھی جذبات سپاس و محبت میں شریک ہوتے مگر یہاں تو بات چودہ سو سال کی نہیں ڈھائی ہزار سال کی ہے۔ جس میں گیارہ سو سالہ دور خالص اس عہد جاہلیت کے شہنشاہوں کا ہے جب کہ اس پورے عرصہ میں ایران کی تیرہ و تاریک سرزمین کسی بھی آسمانی دین اور توحید کی روشنی سے شناسا نہ ہوئی نہ ان ملوک و امراء کے ہاں کسی اخلاقی قدر کی قدر افزائی تھی۔ پھر اس اڑھائی ہزار سالہ عہد میں ان ملوک کا وہ عہد نامسعود بھی شامل ہے

جب کہ بعثت نبوی کے بعد خلافت راشدہ قریب الختم ہونے تک ان شہنشاہوں نے اپنی ساری قوت وسطوت اسلام اور داعی اسلام کے مقابلہ میں صرف کر دی اور ہر قیمت پر اسلام کے تابندہ چراغ کو بجھانا چاہا مگر اسلام کے بہادر جرنیلوں نے سب کچھ لٹا کر یہ روشنی نہ صرف بچائی بلکہ ایران کے ظلمتکدوں کو اس سے روشن کر کے دم لیا۔ مگر اس روشنی سے پہلے ایران کی شب دیجور کی کیا حالت تھی، آیئے ظہور اسلام سے ذرا پہلے اور پھر اس کے بعد اس کی دھندلی سی تصویر پر ایک نظر ڈالیں شاید تخت کیانی پر متمکن ان شہنشاہوں کے "کارناموں" میں بھی "جشن" کا کچھ سامان مل جائے۔

بعثت نبوی سے پہلے ہمیں قباد اول بن فیروز سے واسطہ پڑتا ہے، جس نے مزدک کو پروان چڑھایا۔ مزدک نے دولت کے ساتھ عورت کو بھی مشترک قومی سرمایہ بنایا کسی ایک کی بیوی سب انسانوں کا بستر بن سکتی ہے یہ اس کا فلسفہ تھا۔ قباد نے اس تحریک کو شاہی سرپرستی میں لیا۔ عیش پرست ملوک اور امراء نے اس کا خیر مقدم کیا اور اس بہیمانہ تعلیم نے رہی سہی اخلاقی قدروں کو بھی خاک میں ملا کے رکھ دیا۔ ۵۳۱ء میں قباد کی جگہ نوشیرواں آیا جس کی عدل پروری کی دنیا میں ایک دھوم ہے۔ مگر عدل وانصاف کا یہ تمغہ اسے ان ہزاروں احباب و اقارب اور امراء وعوام کو تہ تیغ کرنے کے صلہ میں ملا جو اس کے کیش زردشتی اور جذبۂ آتش پرستی میں مزاحم بنے۔ الغرض اس نے مزدکیت کی جگہ زردشت کے نامعقول فلسفہ کو بزور شمشیر رائج کرنا چاہا۔ یہ فلسفہ کیا تھا؟ یزدان واہرمن کے نام سے خداؤں کی تقسیم، نیکی وبدی، خیر وشر، ظلمت و نور کا گورکھ دھندا، آگ اس میں مسجود خلائق تھی، رہا اخلاق تو اس پورے آئین اور فلسفہ میں اس کے لئے کوئی خانہ نہ تھا۔ بلکہ مجوسیت نے باپ کا بیٹی، بھائی کا بہن، بیٹے کا ماں سے نکاح کو ایک عام بات بنا کر اخلاقی قدروں کو پوری طرح محو کرنے کی بھرپور کوشش کی یہی وجہ ہے کہ پانچویں صدی عیسوی کے وسط میں ہم بادشاہ یزدگرد ثانی کو اپنی بیٹی سے نکاح کرتے اور پھر اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کرتے دیکھتے ہیں۔۔۔ نوشیرواں عادل کی اس دوئی پرستی (تثنی فی العبادۃ) کو اس کے بیٹے نوشزاد نے تثلیث پرستی سے مٹانا چاہا جو خود تثلیث میں محو تھا۔

نوشیرواں کے بعد یزدگرد ثالث سے لیکر ہرمز چہارم تک یہی حالت رہی۔ شہنشاہوں کے اس عہد میں عورت کا جو مقام تھا اس کے کچھ نقوش شاہنامہ کے اوراق میں نظر آسکتے ہیں۔۔۔

اسی عہد کی یادگار مسیحیت اور مجوسیت کی وہ معجونِ مرکب بھی ہے جو مانویت کے نام سے مشہور ہے جس کی بنیاد یہ ہے کہ ترک ازدواج و تعلقات انسانی کے ذریعہ پورے بنی نوع انسان کی نسل کشی کی جائے۔ ان حکمرانوں میں قدرِ مشترک اگر تھی تو یہی کہ یہ اپنے بنی نوع انسانوں پر خدائی کیلئے پیدا ہوئے ہیں، رعایا انہیں معبود اور اوتار سمجھے اور وہ رعایا کو بے دام غلام جیسے بھی چاہیں ان کے مال و متاع اور عصمت و آبرو میں تصرف کریں۔ وہ اپنے سوا ساری مخلوق کو ذلیل اور کمتر سمجھتے اور اسے اپنے برابر کسی بھی انسانی سلوک کے مستحق نہ خیال کرتے۔ ہمارے ایک اولعزم سفیر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جب ایک دفعہ رستم کے دربار میں ساری شان و شوکت کو روندتے ہوئے تخت تک پہنچے اور رستم کے برابر بیٹھ گئے تو پورا دربار اس گستاخی پر چلا اٹھا اور مسلمانوں کے ایک معزز سفیر کو جنہیں بلایا گیا تھا۔ تخت سے کھینچ کر نیچے گرا دیا۔ صحابیٔ رسولؐ نے شانِ قلندرانہ سے دربار پر ایک نگاہِ حقارت ڈالی اور فرمایا کہ اب تم ضرور مغلوب ہو گے۔ کیونکہ کوئی سلطنت ایسے افعال و اخلاق کے ساتھ قائم نہیں رہ سکتی۔

الغرض ان بادشاہوں کے ایسے عادات و اطوار تھے جنہوں نے مشرک عیسائیوں کو حضرت رسول کریم علیہ السلام کی نظروں میں مجوس پر قابل ترجیح بنا دیا تھا۔ قرآن کا سورہ روم بھی مسلمانوں کے ایسے ہی جذبات کی ترجمانی کر رہا ہے۔

اب ذرا بعثت نبوی کے بعد ملوک فارس کے ردِ عمل کو بھی دیکھیے۔ حضورِ اقدس کا والا نامہ دعوتِ نجات و فلاح لیکر حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کے ذریعہ عظیم فارس کسریٰ خسرو پرویز کے پاس پہنچتا ہے۔ مگر وہ طرزِ تخاطب دیکھتے ہی آگ بگولہ ہو کر نامۂ مبارک پھاڑ دیتا ہے اور کہتا ہے: یکتب الیّ بھذا و ھو عبدی۔ میرا محکوم ہو کر مجھے ایسا خط لکھتا ہے ـــــ پھر نہ صرف یہ کہ قاصد کی تذلیل کر کے اسے نکلواتا ہے۔ بلکہ یمن کے گورنر باذانؔ کو حضورؐ کی گرفتاری اور مدائن پہنچا کر دربار میں پیش کرنے پر مامور کرتا ہے۔ اور اسطرح حسبِ بشارت نبویؐ ہزار سالہ مستحکم سلطنت کی بنیادیں خود اپنے ہاتھ سے تہ و بالا کرنے کا سامان کرتا ہے اس کے بعد مدائن کے چودہ کنگروں کے گرنے کی تعبیر شروع ہوتی ہے۔ اور خسرو پرویز کا بیٹا نہ صرف اپنے باپ کو بلکہ تمام خاندان اور وارثانِ مملکت کو قتل کر کے تخت پر بیٹھ جاتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ تو اس کی جگہ سات برس کا بچہ اردشیر تختِ کیانی پر بٹھلایا جاتا ہے۔ مگر اپنے ہی ایک جرنیل کے ہاتھوں وہ بھی قتل ہو جاتا ہے۔